برصغیر کی ایک قدیم و عظیم فارسی تفسیر
''بحرِ موّاج''

☆ ڈاکٹر محمد سلیم خالد

شہاب الدین دولت آبادی (م۸۴۸ھ) کی فارسی تفسیر ''بحرِ موّاج'' بلاشبہ برصغیر کی ایک نہایت قدیم اور عظیم الشان تفسیر ہے۔

آپ کا نام نامی شہاب الدین، باپ کا اسمِ گرامی شمس الدین اور جدِّ امجد کا عمر الزاولی تھا۔[۱] نزھۃ الخواطر میں آپ کا نام احمد بن عمر الزاولی تحریر ہے اور لقب شہاب الدین بیان کیا گیا ہے۔[۲] بہرطور آپ شہاب الدین کے نام سے مشہور و متعارف ہیں۔

تذکرہ علمائے ہند کے مؤلف نے ان کا مولد دولت آباد (دکن) قرار دیا ہے۔[۳] صاحب مآثرالکرام کا بھی یہی خیال ہے۔[۴] لیکن فرشتہ کی تصریح کے مطابق اُن کی ولادت غزنی میں ہوئی اور دولت آباد میں نشوونما پائی۔ فرشتہ کے الفاظ یہ ہیں:

''اصل او غزنین است و در دولت آباد دکن نشوونما یافت''۔[۵]

تذکروں میں آپ کا سالِ ولادت درج نہیں ہے۔ تحصیلِ علم کے لیے دہلی گئے اور قاضی عبدالمقتدر دہلوی (م۷۹۱ھ) اور مولانا خواجگی (م۸۱۹ھ) کے سامنے زانوئے ادب تہ کیا۔[۶] زمانۂ طالب علمی کے دوران ہی آپ نے اپنی زبردست ذہانت و فطانت کا ثبوت دیا۔ چنانچہ آپ کے استاد قاضی عبدالمقتدر، آپ کے بارے میں فرماتے تھے:

''پیشِ من طالب علمی می آید کہ پوستِ او علم است و مغزِ اُو علم و استخوانِ او علم است''۔[۷]

جب امیر تیمور (۷۷۱ھ تا ۸۰۸ھ) کا لشکر عازمِ دہلی ہوا تو اُس کے پہنچنے سے قبل قاضی شہاب الدین اپنے اُستاد مولانا خواجگی کے ہمراہ دہلی سے کالپی تشریف لے گئے۔ مولانا خواجگی نے کالپی میں

سکونت اختیار کر لی لیکن قاضی شہاب الدین جونپور چلے گئے۔(۸)

اس پُرآشوب دور اور عہدِ لامرکزیت میں جونپور اہلِ علم و فضل کے لیے پناہ گاہ اور ماویٰ و ملجا ثابت ہوا۔ چنانچہ لاتعداد علماء و فضلاء اور صوفیہ اِدھر اُدھر سے آ کر شرقی سلاطین کے زیرِ سایہ پناہ گزیں ہوئے۔(۹)

سلطان ابراہیم شرقی حاکم جانپور (۸۰۴ھ تا ۸۴۴ھ) نے مولانا شہب الدین کی آمد کو غنیمت گردانا، اُن کی بہت تعظیم و تکریم کی، ''ملک العلماء'' کے خطاب سے نوازا(۱۰) اور قاضی القضاۃ کے منصب پر فائز کیا۔(۱۱) اُن کی عزت و توقیر یہاں تک بڑھی کہ بقولِ فرشتہ:

''سلطان ابراہیم در تعظیم و توقیر او بسیار می کوشید در روزہائے متبرک در مجلس او بر کرسی نقرہ می نشست''۔(۱۲)

قاضی شہاب الدین سے ابراہیم شرقی کی عقیدت روز بروز بڑھتی چلی گئی، اس کی بے پناہ عقیدت کا اندازہ درج ذیل واقعہ سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

ایک دفعہ قاضی صاحب سخت بیمار ہوگئے۔ ابراہیم شرقی اُن کی مزاج پرسی کے لیے گیا۔ اِدھر اُدھر کی باتوں کے بعد بادشاہ نے ایک پیالہ پانی کا طلب کیا۔ جب پانی آ گیا تو ابراہیم شرقی نے اس کو قاضی صاحب کے سر پر سے تصدق کر کے خود پی لیا اور کہا: ''اے خدا جو مصیبت قاضی صاحب کے سر پر پڑی ہے، اس سے انہیں نجات دے اور مجھ کو اس مصیبت میں ڈال دے تاکہ قاضی صاحب صحت یاب ہو جائیں''۔(۱۳)

قاضی صاحب نے جونپور میں منصبِ قضا کے فرائض کی بجا آوری کے ساتھ ساتھ سلسلۂ تعلیم و تدریس بھی جاری فرمایا اور ایسی لگن اور محنت سے کام کیا کہ اپنے ہم عصروں سے گوئے سبقت لے گئے۔(۱۴)

قاضی شہاب الدین جید عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب طریقت و معرفت بھی تھے اور تصوف سے قلبی لگاؤ رکھتے تھے۔ وہ مولانا خواجگی کے ظاہری علوم میں شاگرد ہونے کے ساتھ ساتھ تصوف و عرفان میں بھی اُن کے مرید اور خلیفۂ مجاز تھے۔ مزید برآں اس ضمن میں انہوں نے سیّد

تصانیف

۱۔ بحرِ مواج قرآن پاک کی فارسی زبان میں بسیط و مکمل تفسیر (۱۷)

۲۔ شرح کافیہ (۱۸)

۳۔ الارشاد در علم نحو (۱۹)

۴۔ بدیع البیان در علمِ بلاغت (۲۰)

۵۔ اصول ابراہیم شاہی (۲۱)

۶۔ شرح بزودی در اصول فقہ (۲۲)

۷۔ فتاویٰ ابراہیم شاہی (۲۳)

۸۔ مناقب السادات (۲۴)

۹۔ رسالہ تقسیم علوم (۲۵)

۱۰۔ رسالہ در صنائع (۲۶)

۱۱۔ شرح قصیدۂ بانت سعاد (۲۷)

تعارف تفسیر

تفسیر بحرِ مواج کے آغاز میں مقدمہ ہے۔ جس میں سب سے پہلے خدائے بزرگ و برتر کی حمد و ثنا کی گئی ہے۔ بعدازاں حضرت رسول اکرم ﷺ کی توصیف و تمجید میں چند سطور معرضِ تحریر میں لائی گئی ہیں، پھر خلفائے راشدین کی تعریف ستائش کی گئی ہے۔ تفسیر ابراہیم شاہ شرقی (۸۰۴ھ/۱۴۰۱ء تا ۸۴۴ھ/۱۴۴۰ء) کے نام معنون کی گئی ہے۔ (۲۸)

اس تفسیر کے قلمی نسخے، مکمل اور نامکمل، دُنیا کی مختلف لائبریریوں میں موجود ہیں۔ پاکستان میں بحرِ مواج کا مکمل قلمی نسخہ تین جلدوں میں کتاب خانۂ فاضلیہ، گڑھی افغانان، ضلع اٹک میں موجود ہے۔ (۲۹)

اس تفسیر کی پہلی جلد جو قرآن پاک کی ابتدائی چھ سورتوں کی تفسیر پر مشتمل ہے ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ھ میں بڑے سائز کے ۸۵۶ صفحات پر مطبع نول کشور لکھنؤ سے طبع ہوئی تھی۔

تفسیر کا اصلی نسخہ (مفسر کے ہاتھ کا تحریر کردہ) تاشقند کی لائبریری میں نہایت عمدہ حالت میں محفوظ ہے۔ (۳۰)

دورِ اکبری کے ایک لاہوری عالم شیخ منور الدین بن عبدالحمید (م۱۰۱۱ھ) نے تفسیر بحرِ مواج کا عربی زبان میں ترجمہ کیا۔ (۳۱)

اُسلوبِ تفسیر

اس تفسیر کی چند اہم خصوصیات حسب ذیل ہیں:

تشریحاتِ صرف و نحو

زیرِنظر تفسیر میں صرفی مسائل سے کم لیکن نحوی مسائل سے کافی زیادہ تعرض کیا گیا ہے۔ مفسر آیت یا آیت کا حصہ درج کرنے کے بعد اس کی نحوی ترکیب اور وجوہِ اعراب تفصیلاً بیان کرتے ہیں اور بالعموم اس ضمن میں مختلف توجیہات بھی پیش کرتے ہیں، گویا اعراب و ترکیب عبارات کا بیان اس تفسیر کا ایک نمایاں اور ما بہ الامتیاز پہلو ہے۔

مثال (صرف) اعوذ باللہِ من الشیطان الرجیم

شیطان ماخوذ است از شیطن شطوناً ای بَعُدَ بعیداً وزنِ او فیعال است وتسمیۂ ابلیس بہ شیطان از جہت بُعدِ او از رحمتِ خدائی بود وبعضی از شَاطَ شیطاً بمعنی ہَلکَ ہلاکاً دارند وزنِ او فعلان پندارند۔ (۳۲)

ترجمہ: شیطان، شیطن شطوناً سے ماخوذ ہے جس کے معنی بَعُدَ بعیداً کے ہیں اور اس کا وزن فیعال ہے اور ابلیس کا نام شیطان رحمتِ خداوندی سے دوری کی وجہ سے تھا اور بعض لوگ اسے شَاطَ شیطاً بمعنی ہَلَکَ ہَلاکاً (ہلاک ہونا) سے مشتق سمجھتے ہیں اور اُس کا وزن فعلان گردانتے ہیں۔

مثال (نحو) آیت تِلکَ ایٰتُ اللّٰہِ نتلوھا علیکَ بالحق وَمَااللّٰہُ یُرِیدُ ظلماً للعالمین۔ (۳۳)

این جملہ تزئیل است متضمن جمع کردن میانِ تفاصیل است جملہ **نتلوھا علیکَ** صفت آیات است یا خبری دیگر است مر **تلکَ** را یا حال است از معنی اشارت و درو اِسناد مجازی ست ای **یتلو علیکَ** جبرئیل بامرنا و جملہ **ومااللّٰہ یرید** عطف است برجملہ و **تلکَ ایٰتُ اللّٰہِ للعالمین** مفعول است مر **ظلماً**را لام زایدہ برایِ تقویتِ عمل۔ (۳۴)

ترجمہ: یہ جملہ تاکیدی ہے اور تفاصیل پر مشتمل ہے جملہ **نتلوھا علیکَ** ایات کی صفت ہے

عمل کے لیے ہے۔

توضیح ربطِ آیات

اس تفسیر کی ایک اہم خصوصیت آیات کے باہمی ربط و تعلق کی وضاحت ہے۔ اسی طرح ہر سورہ کے آغاز میں سورہ کا تعارف پیش کرتے ہوئے ماقبل سورہ سے ربط کی نشان دہی اور صراحت کر دی جاتی ہے۔

مثال: آیت ''یایھا الذین اٰمنوا اِن تطیعوا فریقاً مِن الذین اُوتوا الکتٰبَ یَرُدُّوکم بَعدَ ایمانکم کفرین'' کا تعلق ماقبل سے حسب ذیل الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

در آیۂ سابق اہلِ کتاب را بروجہ توبیخ خطاب کرد درین آیت خطاب مومنان برای تلقین ایشان آورد و ایشان را از طاعتِ دشمنان باز داشت و بمنع کردن ایشان از طاعتِ کافران کہ اشارت است سوئ بطلانِ مذاہبِ ایشان پرداخت پس این جملہ نیز متضمن تشنیع ایشان باشد موافق مقصودِ آیاتِ سابقہ ہم ازیں جہت فصل کرد و بغیر واو آورد۔(۳۶)

ترجمہ: پچھلی آیت میں اہل کتاب کو بطور عتاب مخاطب کیا گیا جب کہ اس آیت میں اہل اسلام سے بہ اندازِ تلقین و نصیحت خطاب کرتے ہوئے انہیں دشمنانِ اسلام کی اطاعت سے باز رہنے کو کہا گیا۔ نیز مسلمانوں کو کفار کی اطاعت و فرمانبرداری سے روکنا (حقیقتاً) کفار کے مذہب کے بطلان کی طرف بھی اشارہ ہے۔ پچھلی آیات کے مقصد و مفہوم کے مطابق یہ آیت بھی اُن کی تشنیع و تقبیح پر مشتمل ہے اسی لیے اسے علیحدہ کرتے ہوئے بغیر واوَ کے لایا گیا ہے۔

مثال: سورۂ کوثر(۳۷) اور سورہ کافرون(۳۸) کا ربط درج ذیل الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

ربط این سورۃ با سورۃ کوثر آن است کہ سورۂ کوثر در ذکر پیغامبر بود درین سورۃ ذکر دشمنانِ پیغامبر و ذکر مخالفتِ پیغامبر باایشان روی نمود۔(۳۹)

ترجمہ: اس سورۃ کا سورۃ کوثر کے ساتھ ربط یہ ہے کہ سورۂ کوثر میں نبی کریم ﷺ کا ذکر مبارک تھا جبکہ اس سورۃ میں آپ کے دشمنوں اور اُن کی عداوت کا ذکر ہے۔

الاحکام کی تفسیر کے ضمن میں یا بعض ایسی آیات جن سے کوئی فقہی مسئلہ متعلق ہو، فقہاء کے مذاہب و اختلاف کا ذکر کیا جاتا ہے۔ بعض اوقات اختلاف کی وجوہات اور دلائل سے بھی تعرض کیا جاتا ہے۔

مثال: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بارے میں لکھتے ہیں:

تسمیہ در مذہب ابوحنیفہؒ بروایت صحیحہ ازو آیتی از قرآن است، منزل برای تبرک در آغاز قرآن و برای تبرک وفصل میان سورتہاي فرقان است۔ آیت فردیست داخل سورتہا نیست و نزدیک امام شافعی و امام احمد حنبل رحمہا للہ داخلِ فاتحہ و داخل ہر سورۃ است و بیک روایت مذہب امام مالکؒ ہم برین سورتست و بروایت دیگر از امام مالک تسمیۂ مذکورہ داخل قرآن نیامد ولیکن با آنکہ غیر قرآن است بامر پیغمبر ﷺ در سورۂ فاتحہ و در سورتہاي دیگر برای تبرک نبشتہ شدہ و یک روایت از امام اعظم ہمین است۔

وجہ قول امام شافعی آن ست، قرآن عظیم الشان است سلف بتجرید قرآن از غیر قرآن وصیت کروہ اند کتابت از غیر قرآن در قرآن در حیز منع آوردہ اند تا آنکہ تعشیر را مکروہ می داشتند ونبشتن اسماي سور را ممنوع ی پنداشتند۔ تسمیہ در اوائل سور اگر غیر قرآن بودی تجویز کتابت آن از سلف روی نمودی و نیز از ابن عباسؓ منقول شدہ من ترکہا فقد ترک مایۃ واربع عشرۃ آیۃ من کتاب اللہ یعنی در تلاوتِ قرآن کسی کہ تسمیہ اوائل سور ترک دہد صد و چہاردہ آیۂ قرآن را ترک دادہ باشد و چون سلف قرآنیت او را مثبت گشتند و او را برسرِ ہر سورتی نبشتند ثابت شد کہ تسمیہ داخل سورہ بود۔ وجہ قول ابوحنیفہ آن است چون باوصیت کردن سلف بہ تجرید مصحف کتابت تسمیہ برسر ہر سورتی مستفیض گشت و از ہیچ کسی این عمل منکر نہ پیوست۔ ثابت شد کہ از قرآن است۔ تواتر کتابت او دلیل بر آن است۔[۴۰] (ملخص)

ترجمہ: حضرت ابوحنیفہؒ سے ایک صحیح روایت کے مطابق تسمیہ قرآن پاک کی ایک آیت ہے جو آغازِ قرآن میں، حصولِ برکت اور مختلف سورتوں کے مابین تفریق و امتیاز کے لیے نازل کی گئی نیز یہ ایک مفرد آیت ہے جو سورتوں میں شامل نہیں ہے۔ امام شافعی و امام احمد حنبل رحمہااللہ کے نزدیک یہ نہ صرف سورۂ فاتحہ میں داخل ہے بلکہ ہر سورۃ کا حصہ ہے اور حضرت امام مالک سے ایک روایت اسی خیال کی تائید میں ہے اور اُن سے دوسری

بھی بطور تبرک شامل کی گئی، حضرت امام اعظمؒ سے ایک روایت اسی خیال کی تائید کرتی ہے۔

امام شافعیؒ کے قول کی توجیہ یہ ہے کہ قرآن عظیم الشان ہے، لہذا سلف صالحین نے قرآن اور غیر قرآن میں تجرید و تفریق کی ہدایت کی ہے اسی لیے غیر قرآن کی کتابت، قرآن میں ممنوع ٹھہرائی ہے، حتیٰ کہ اُنہوں نے تعشیر اور سورہ ہائے قرآن کے نام لکھنے کے عمل کو بھی بنظرِ کراہت دیکھا ہے۔ اگر تسمیہ غیر قرآن ہو تو سلف صالحین اسے اوائل سور میں ضبطِ تحریر میں لانے کی اجازت و تجویز نہ دیتے۔ حضرت ابن عباسؓ سے ایک صحیح روایت منقول ہے کہ اگر کوئی شخص تلاوتِ قرآن میں اوائلِ سُور سے تسمیہ کو ترک کر دیتا ہے تو اس کا یہ عمل قرآن کریم کی ۱۱۴-آیات کو ترک کرنے کے مترادف ہوگا۔ جب سلف صالحین تسمیہ کی قرآنیت کے معترف ہوگئے اور انہوں نے اسے ہر سورہ کے آغاز میں لکھ دیا تو ثابت ہوگیا کہ یہ داخلِ سور تھی۔ حضرت ابوحنیفہؒ کے قول کی توجیہہ یہ ہے کہ جب سلف صالحین کی ہدایت تجرید و تفریقِ قرآن کے باوجود تسمیہ ہر سورہ کے آغاز میں داخل رہی اور کسی نے بھی اس عمل کی سرتابی نہ کی تو ثابت ہوا کہ تسمیہ شامل قرآن ہے۔

توضیحات تلمیحات

اس تفسیر میں بعض قرآنی تلمیحات کی تشریح و توضیح کا اہتمام بھی نظر آتا۔ مفسر اس سلسلے میں اسرائیلی روایت و قصص سے بھی استفادہ کرتا ہے لیکن ''روایت است'' و ''قصہ'' کے الفاظ سے ان کے ضعف کی طرف اشارہ بھی کر دیتا ہے مثلاً آیت **وَمَا أُنزِلَ علی الملکین ببابل هَاروتَ و مَارُوت**[41] کے تحت لکھا ہے: (صرف اقتباس)

> از فرشتگان بزرگ بودند یکی عزا یعنی ہاروت و یکی عزائیل یعنی ماروت۔ اختیار کردند چیزی از صفاتِ آدمیان [و] از شہوتِ بطن و فرج در ایشان نہادند و از قضاء ان منع کردہ برای حکومت در زمین فرستادند۔ ایشان تمام روز در زمین حکومت می کردند شب بر اسمان می رفتند و تا بامداد بہ عبادت مشغول می گشتند تا روزی عورتی زہرہ نام ممتاز بہ حسن و جمال کہ باشوہر خصومت داشت پیش ایشان آمد، محبتِ او در دِل ہر یکی از ایشان درآمد۔ ہر یکی از دیگری شرم می داشت و اخفای محبت مذکور را لازم می داشت۔ آخر دل بر لی شرمی داشتند و

دعوتِ اسمِ مذکور آوردند و عورتِ مذکورہ پاک شدہ در حُجرہ در آمد و در دعوتِ اسمِ مذکور مشغول گشت۔ چون تعلیم اسمِ مذکور را شرط تمکن ساختہ بود بصورت ستارہ مسخ شد و بر آسمان رفت۔ (۴۲)

ترجمہ: وہ بزرگ فرشتوں میں سے تھے، ایک نے غرا یعنی ہاروت اور دوسرے نے غرائیل یعنی ماروت کا نام اختیار کیا، انہیں انسانی صفات میں سے شہوانی جذبات ودیعت کیے گئے لیکن اُن کے لیے فعلِ مجامعت ممنوع ٹھہرایا گیا اور فقط حکمرانی کے لیے زمین پر بھیجا گیا۔ اُن کا سارا دن امورِ مملکت کی انجام دہی میں گزرتا اور رات کو آسمان پر مراجعت کر جاتے اور صبح تک مشغول عبادت رہتے۔ حتیٰ کہ ایک دن زہرہ نامی عورت جو حسن و جمال میں ممتاز تھی اور اپنے شوہر سے مخاصمت رکھتی تھی، اُن کے پاس حاضر ہوئی۔ وہ دونوں فرشتے اس پر دل و جان سے فریفتہ ہوگئے لیکن دونوں کو ایک دوسرے سے شرم دامن گیر تھی اور اپنی اپنی محبت کو پوشیدہ رکھنا ضروری سمجھتے تھے۔ بالآخر انہوں نے شرم کو بالائے طاق رکھا اور بے حیائی پر اُتر آئے۔ مذکورہ عورت نے انکار کیا اور اُن کے سامنے اسمِ اعظم سکھانے کی شرط رکھی۔ وہ اسمِ اعظم جانتے تھے اور اسی کی طاقت سے زمین سے آسمان پر چلے جاتے تھے۔ پس وہ اسمِ اعظم کی تعلیم دینے پر آمادہ ہوگئے، لہذا وہ عورت پاک صاف ہو کر اُن کے کمرے میں چلی آئی اور اسم اعظم کی تعلیم حاصل کر لی۔ چونکہ اسم اعظم کی تعلیم کی شرط نہایت پختہ اور متمکن تھی لہذا وہ مسخ ہو کر ستارہ بن گئی اور آسمان پر چلی گئی۔

وضاحت اسبابِ نزول

بہت سی آیاتِ قرآنی اور مختلف سورِ مبارکہ حالات و کوائف کی مناسبت سے نازل ہوئیں۔ اس طرح ہر ایک کا کچھ نہ کچھ پس منظر ہے۔ زیرِ تبصرہ تفسیر میں بھی کئی مقامات پر آیتوں اور سورتوں کے اسبابِ نزول کے واقعات بالالتزام بیان کیے گئے ہیں، مثلاً آیت "سَیَقُولُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُم عن قبلتِهِم التی کانوا علیها (۴۳) کا شانِ نزول بہ الفاظ ذیل بیان ہوا ہے:

روایت کردہ اند از پیغمبر ﷺ در نماز سوی کعبہ کہ قبلۂ ابراہیم خلیل ؑ و جملہ پیغمبران صلوات

مدینہ آمد از جہتِ ترغیبِ یہود بہ حکمِ فرمان ہژدہ ماہ و بروایتی ہفدہ ماہ و بروایتی شانزدہ ماہ و بروایتی نہ ماہ دہ روز در نماز روی بسویِ بیت المقدس آورد و باز توجہ سویِ کعبہ مطلوب داشت و دِل بروحی بہ تحویل قبلہ می گماشت در اثنایِ آنکہ متوجہ سویِ بیت المقدس بود و در تحویلِ قبلہ سویِ کعبہ رغبت می نمود این آیہ نازل گشت۔[۴۴]

ترجمہ: حضرت رسول کریم ﷺ سے روایت ہے کہ وہ نماز میں کعبہ کی طرف منہ کرتے تھے جو حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کے علاوہ تمام انبیاء صلوات اللہ علیہ کا قبلہ تھا، پھر فرمانِ خداوندی کے تحت مکہ ہی میں مشرکین کے تکبر کی وجہ سے بیت المقدس کی طرف رُخ کرنے لگے اور بعض کا خیال ہے کہ نبی کریم ﷺ جب تک مکہ میں رہے، خانۂ کعبہ کی طرف منہ کرتے رہے اور جس وقت مدینہ منورہ تشریف فرما ہوئے تو یہود کی ترغیب کے لیے (نیز) اللہ تعالیٰ کے حکم سے نماز میں بیت المقدس کی طرف منہ کرنے لگے۔ ایک روایت کے مطابق یہ زمانہ اٹھارہ ماہ دوسری روایت کے موافق سترہ ماہ، تیسری روایت کے بموجب سولہ ماہ اور چوتھی روایت کی رُو سے نو ماہ دس دن رہا۔ بعد ازیں آپ کے دل میں کعبہ کی طرف قبلہ رُو ہونے کی خواہش بیدار ہوئی اور آپ تحویل قبلہ کے لیے وحی کے منتظر رہنے لگے۔ ایک دفعہ جب آپ بیت المقدس کی طرف قبلہ رُو تھے اور دل میں کعبہ کی طرف رُخ کرنے کی خواہش بیدار ہوئی تو یہ آیت نازل ہوئی۔

سورۂ تکاثر[۴۵] کا شانِ نزول حسب ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے:

میانِ بنوتمیم و میانِ بنی عبدمناف تنازع در تفاخر بکثرت و عشایر بود و ہر یکی غلبۂ قبیلہ خویش را در کثرت اِدعا می نمود تا آنکہ کار بہ شمار کردن کشید و تحقیق کثرت بحدِّ عدِّ عشایر ہر یکی انجامید مردمان در کارِ شمار بہر دو قبیلہ شتافتند قبیلۂ بنی عبدمناف را بسیار یافتند۔ بنی تمیم گفتند کہ ما از بنی عبدمناف بسیار بودیم لکن در جنگ ہا غلو نمودیم بسیاران از ما کشتہ گشتند و بکثرتِ محاربہ از جہاں رفتند۔ بنی عبدمناف گفتند نابودہ می گوئید شما ہمیشہ اندک بودید۔ برایِ تحقیقِ این معنی دل برشمردن مقابر نہادند در شمار مُردگان افتادند۔ مُردگانِ بنی تمیم زیادت آمدند۔ بنی تمیم در دعویٰ کثرت مردگانِ خویش راجح شدند۔ این سورہ در شانِ این دو قبیلہ نازل گشت۔[۴۶]

کثرتِ تعداد کی تحقیق کے لیے خاندانوں کو گنا جانے لگا۔ ہر دو قبائل کے مرد گنتی کے کام میں لگ گئے۔ بنی عبدمناف کے لوگ تعداد میں زیادہ ٹھہرے۔ بنی تمیم کہنے لگے کہ ہم بنی عبدمناف سے زیادہ تھے لیکن جنگ و جدل میں ہم نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا لہذا ہم میں سے بہت سے لوگ قتل ہوگئے۔ عبدمناف والے کہتے تم ناممکن بات کہتے ہو تم ہمیشہ سے تعداد میں کم تھے۔ اس امر کی تحقیق کے لیے انہوں نے مردہ لوگوں کو شمار کرنے کا قصد کیا۔ اس طرح بنی تمیم کے مردہ لوگوں کی تعداد زیادہ نکلی لہذا بنی تمیم مردہ لوگوں کی کثرتِ تعداد کے دعوے میں جیت گئے۔ یہ سورہ ان ہر دو قبائل کے تنازع کے پس منظر میں نازل ہوئی۔

علم کلام و تعقل

تفسیر میں بعض مقامات پر علم کلام اور فلسفیانہ اندازِ بیان کی طرف مفسر کا رجحان و میلان واضح نظر آتا ہے۔ مثلاً آیت **اِلا لنعلم من یتبع الرسول ممن ینقلب علیٰ عقبیه**[۴۷] کے تحت لکھا ہے:

علم خدای و تعلق معلومات بہ علم او یعنی معلوم بودنِ آن حادث نیست کہ ہمہ اشیا برصفتی کہ ہست در حالتِ عدم و وجود، معلوم حق سبحانہٗ تعالیٰ است چہ اگر گاہی کہ برصفتی کہ ہست معلوم خدا نبود منافی او ثابت شود یعنی مجہول باشد جہل لازم آید، ثبوت نقیضہ روی نماید بخلاف تعلق تکون بتکوینِ قدیم کہ حادث بود پیش از وجود تکون ثابت نباشد۔[۴۸]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا علم اور علم کے ساتھ معلومات کا تعلق حادث نہیں ہے چونکہ تمام اشیاء جس صفت پر بھی ہوں، خواہ حالتِ عدم میں خواہ وجود کی صورت میں، وہ اللہ تعالیٰ کے علم سے باہر نہیں ہیں۔ اگر کبھی کوئی ایسی صفت ہو کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں نہ ہو تو اس کے علم کی نفی ثابت ہوتی ہے گویا وہ مجہول ہوگی اور اس طرح جہالت لازم آئے گی جو نقیضہ کا ثبوت ہے بخلاف اس کے کہ صفت تکوین کے ساتھ فعلِ تکون کا تعلق، جو کہ حادث ہے وجود تکون سے پہلے ثابت نہیں ہوتا۔

تصریحاتِ علم بیان و بدیع

ہے:

درین کلام صنعتِ مقابلہ است۔ بخل مقابل اعطیٰ است، استغنٰی مقابل اتقیٰ است، کذب مقابل است مرصدق، عسریٰ مقابل است مر یسریٰ۔(۵۰)

ترجمہ: اس کلام میں صنعتِ مقابلہ ہے، بخل اعطیٰ کے مقابل ہے۔ استغنیٰ، اتقیٰ کے مقابل ہے، کذب صدق اور عسریٰ یسریٰ کے مقابل ہے۔

کیفیت ترجمہ

اس تفسیر میں ترجمۂ قرآن سے خصوصی اعتناء کیا گیا ہے۔ مفسر آیت درج کرنے کے بعد اس کی ترکیب نحوی بیان کرتا ہے۔ بعدازاں ''معنی این است'' کے الفاظ کے تحت ترجمہ ضبطِ تحریر میں لاتا ہے۔ اگر آیت بڑی ہو تو اسے منقسم کر دیتا ہے اور کبھی اس کے برعکس چند آیات یکجا کر دیتا ہے۔ ترجمہ بنیادی طور پر بامحاورہ ہوتا ہے لیکن وہ ترجمے میں بالعموم تشریحی الفاظ بھی شامل کر دیتا ہے۔ اس ترجمے کا ایک حصہ درج ذیل ہے:

أرَيتَ الذي يُكذِبُ بالدين فَذٰلِکَ الذی يَدُعُ اليتيمَ ولا يَحضُّ علىٰ طعامِ المِسكين.(۵۱)

معنی این است: دانستہ کسی را کہ دین را یعنی ملتِ اسلام را یا جزا را تکذیب می کند کہ خبر دینِ اسلام و خبر جزا نابودہ و دروغ می داند۔ زیرا کہ آں ہمان کس است کہ بہ عنف و درشتی یتیم را می راند و اہلِ خود را بر اطعام مسکین باعث نمی شود و تحریص نمی کند۔(۵۲)

مطلب یہ ہے کہ کیا تو ایسے شخص کو جانتا ہے جو دین یعنی ملتِ اسلام یا روزِ محشر کی تکذیب کرتا ہے؟ بالفاظ دیگر دین اسلام یا روزِ سزا و جزا کی بات کو بے بنیاد اور جھوٹ سمجھتا ہے، ہاں یہ وہی شخص ہے جو یتیم کو درشتی و سختی سے بھگا دیتا ہے اور اپنے اہل خانہ کو مسکین کے کھانا کھلانے کی تشویق و ترغیب نہیں دیتا۔

اُسلوبِ زبان و بیان

تفسیر کا مجموعی انداز مسجع و مقفٰی ہے۔ مفسر نے انشاپردازی اور عبارت آرائی سے کام لیا ہے۔

حمادی حمد طیب کہ رایحۂ فایحۂ آن بفحۂ آلاء مطابہ و نوجہ نعماء مستطابہ مشامِ جانِ حامد را معطر گرداند۔ قصاری شکر جید کہ جودت فایحہ سامیۂ نامیۂ آن مشام روان شاکر را بوصول مَراد مُراد بحصول رشاد سداد برساند۔(۵۳)

درج بالا تین سطروں میں چالیس کے قریب الفاظ ہیں اور ان میں سے صرف سات آٹھ لفظ فارسی کے ہیں باقی تمام الفاظ کا تعلق عربی زبان سے ہے۔

مقدمۂ تفسیر میں عبارت آرائی و قافیہ پیمائی اور عربی الفاظ و تراکیب کے استعمال کی فراوانی کا جو اہتمام نظر آتا ہے وہ دورانِ تفسیر بڑی حد تک کم ہوگیا ہے۔ تفسیر میں مفسر کا مطمحِ نظر اظہار سے بڑھ کر ابلاغ ہے۔ اسے معلوم ہے کہ اس کی یہ تالیف طبقۂ علماء سے کہیں زیادہ فارسی دان مسلمانوں کی دینی و قرآنی ضروریات کے لیے ہے۔ تفسیر سے ایک اقتباس بطور نمونہ درج کیا جاتا ہے:

چگونہ شما کافر شوید وچہ نوع شما کفر ور زید و حال این است کہ آیاتِ کتاب برشما خواندہ می شود و درمیان شما است رسول خدای کہ شما را پند می دہد و شبہات شمارا دور می کند و درمواضع لغزش می آگاہاند و وحی خدا بہ شمای رساند۔(۵۴)

ترجمہ: تم کافر کیسے ہو سکتے ہو اور کس طرح کفر اختیار کر سکتے ہو جبکہ حالت یہ ہے کہ قرآن مجید کی آیات تمہارے سامنے پڑھی جاتی ہیں اور اللہ کا رسول تمہارے درمیان موجود ہے جو تمہیں سمجھاتا ہے اور تمہارے شکوک و شبہات رفع کرتا ہے اور لغزش کے مواقع پر تمہیں متنبہ کرتا ہے اور خدا کی وحی تم تک پہنچاتا ہے۔

مندرجہ بالا اقتباس میں عربی الفاظ کا تناسب بہت کم ہے۔ مزید براں مسجع و مقفی فقرات کے لیے فارسی الفاظ بروئے کار لائے گئے ہیں جو نہایت سہل اور قریب الفہم ہیں۔

مفسر سجع و قافیہ کے التزام میں نہ صرف جملوں میں زائد الفاظ لاتا ہے بلکہ اکثر و بیشتر زائد جملے بھی لے آتا ہے، بالفاظ دیگر ایک ہی مفہوم کو الفاظ کی موزونیت کے لیے دو بار ادا کرتا ہے۔ جہاں بھی سجع و قافیہ ہو عبارت میں حشو و زوائد کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے، چنانچہ تفسیرِ ہٰذا میں بھی حشو و زوائد کی کیفیت موجود ہے مثلاً:

تا آنکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کرد در مدینہ نزول فرمود۔ ایشان را دعوت سوی اسلام کرد۔ ہر دو

> کہ میان ایشان بود بہ محبت و الفت بدل گشت تا روزی بعدِ اسلام نیز میانِ ایشان محاربہ افتاد و میان یک دیگر مقاتلہ زاد۔(۵۵)
>
> ترجمہ: حتیٰ کہ رسول کریم ﷺ نے (مدینہ) ہجرت فرمائی اور مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ انہیں اسلام کی دعوت دی۔ دونوں (اوس و خزرج) کو فضیلت اسلام سے نوازا، ہر دو فریق شرفِ اسلام سے مشرف ہوئے اور اُن کے مابین عہدِدوستی استوار کیا اور اسلامی بھائی چارے کا آغاز ہوا، وہ آپس میں محبت کرنے لگے۔ قدیم دشمنی اور عداوت جو اُن کے دلوں میں موجود تھی محبت و الفت میں بدل گئی تا آنکہ ظہورِ اسلام کے بعد ایک دن اُن کے درمیان جنگ و جدل کا آغاز ہوا۔

تفسیر کا مجموعی انداز طوالت و تفصیل کا آئینہ دار ہے۔ اِطناب کی کیفیت نہ صرف عبارت اور جملوں میں موجود ہے بلکہ مضامین و مفاہیم سے بھی ظاہر و باہر ہے۔ مفسر ہر آیت کی ترکیب نحوی تفصیلاً بیان کرنے کے علاوہ دیگر مسائل و امور کو بھی بالعموم شرح و بسط کے ساتھ زیرِبحث لانے کی سعی کرتا ہے۔

مفسر ایک تبحر عالم دین ہے اور یہ تفسیر اس کی بے پایان علمیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ وہ دورانِ تفسیر قرآنی آیات، احادیث نبوی اور دیگر عربی جملے بطور استشہاد، بالعموم بغیر ترجمہ کے احاطۂ تحریر میں لاتا ہے جس سے عبارت میں بعض اوقات ثقالت پیدا ہو جاتی ہے۔ مثلاً:

> وامر بمعروف و نہی منکر از جملہ حکمتِ بدنی است و آن مفوض بعلماء و آمر است یعنی کسانی کہ دانند و توانند بروجہی کہ باید و شاید دینِ حق را بخلق رسانند۔ آیہ **قوا انفسکم و اھلیکم نارا** و حدیث **ابدا بنفسکَ ثمَّ بمن تعول** و حدیث **کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہٖ** اشارت سوی ہر دو علم مذکور است۔
>
> ترجمہ: اور نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا بھی حکمتِ بدنی سے ہے اور یہ (فریضہ) علماء اور حکام کو تفویض کیا گیا ہے یعنی ایسے لوگ جو جانتے ہیں اور سرانجام بھی دے سکتے ہیں اور وہ کماحقہ دینِ حق کو لوگوں تک پہنچا سکتے ہیں، آیت **قُواْ انفسکم و اَھلیکم ناراً** (اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچاؤ) اور حدیث **ابدا بنفسکَ ثمّ بمن**

حواشی

۱۔ رحمان علی، تذکرہ علمائے ہند، نول کشور لکھنؤ ۱۹۱۴ء، ص ۸۸
۲۔ سیّد عبدالحی حسنی، نزہتہ الخواطر، جلد۳، ملتان ۱۹۹۱ء، ص ۱۵
۳۔ رحمان علی، تذکرہ علمائے ہند، مذکورہ، ص ۸۸
۴۔ غلام علی آزاد بلگرامی، مآثر الکرام، لاہور، ۱۹۷۱ء، ص ۱۷۱
۵۔ محمد قاسم فرشتہ، تاریخ فرشتہ، نول کشور لکھنو، ۱۲۲۱ھ، جلد۲، ص ۳۰۶
۶۔ غلام علی آزاد بلگرامی، سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان، علی گڑھ، ۱۹۷۶ء، ص ۹
۷۔ ایضاً، ص ۱۷۱
۸۔ رحمان علی، تذکرہ علمائے ہند، مذکورہ، ص ۸۸
۹۔ نظام الدین احمد، طبقاتِ اکبری، جلد۳، کلکتہ، ۱۹۳۵ء، ص ۲۷۵
۱۰۔ محمد قاسم فرشتہ، تاریخ فرشتہ، مذکورہ، جلد۲، ص ۳۰۶
۱۱۔ سیّد نورالدین زیدی، تجلی نور، جلد دوم، جونپور، ۱۹۰۰ء، ص ۳۴
۱۲۔ محمد قاسم فرشتہ، تاریخ فرشتہ، جلد۲، مذکورہ، ص ۳۰۶
۱۳۔ ایضاً، ص ۳۰۶
۱۴۔ میر غلام علی آزاد بلگرامی، سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان، مذکورہ، ص ۳۹
۱۵۔ غلام سرور لاہوری، خزینۃ الاصفیا، ج۱، نول کشور کانپور، تاریخ ندارد، ص ۳۹۰
۱۶۔ سیّد عبدالحی حسنی لکھنوی، نزہتہ الخواطر، جلد۳، مذکورہ، ص ۱۷
۱۷۔ غلام سرور لاہوری، خزینۃ الاصفیاء، جلد اوّل مذکورہ ص ۳۹۱
۱۸۔ ایضاً، ص ۳۹۱
۱۹۔ ایضاً، ص ۳۹۱
۲۰۔ ایضاً، ص ۳۹۰، ۳۹۱
۲۱۔ سیّد نورالدین زیدی، تجلی نور مذکورہ، ج۲، ص ۳۴
۲۲۔ عبدالحق دہلوی، اخبار الاخیار، ص ۱۷۵
۲۳۔ رحمان علی، تذکرہ علمائے ہند، مذکورہ، ص ۸۸
۲۴۔ عبدالحق دہلوی، اخبار الاخیار، ص ۱۷۶
۲۵۔ ایضاً، ص ۱۷۵
۲۶۔ غلام علی آزاد بلگرامی، مآثرالکرام، مذکورہ، ص ۱۷۱
۲۷۔ رحمان علی، تذکرہ علمائے ہند، مذکورہ، ص ۸۸
۲۸۔ شہاب الدین دولت آبادی، بحر مواج، جلد اوّل، نول کشور لکھنؤ ۱۸۸۰ء، ص ۴

۳۱۔ محمد زاہد الحسینی، تذکرۃ المفسرین، اٹک، ۱۴۰۱ھ، ص ۱۶۱
۳۲۔ شہاب الدین دولت آبادی، بحرِ مواج (نسخہ قلمی) مخزونہ مرکزِ تحقیقات فارسی، اسلام آباد نمبر ۲۶۹۰، ص ۱۱۷۰
۳۳۔ سورہ العمران، آیت نمبر ۱۰۸
۳۴۔ شہاب الدین دولت آبادی، بحر مواج، جلد اوّل، مذکورہ، ص ۳۹۷
۳۵۔ العمران، آیت ۱۰۰
۳۶۔ شہاب الدین دولت آبادی، بحر مواج، جلد اوّل، مذکورہ، ص ۳۸۸
۳۷۔ سورہ ۱۰۸
۳۸۔ سورہ ۱۰۹
۳۹۔ شہاب الدین دولت آبادی، بحر مواج، (قلمی نسخہ مذکورہ)، ص ۱۱۹۳
۴۰۔ شہاب الدین دولت آبادی، بحرمواج (مطبوعہ جلد اوّل)، ص ۶
۴۱۔ البقرہ، آیت ۱۰۲
۴۲۔ شہاب الدین دولت آبادی، بحرِمواج، جلد اوّل، مذکورہ، ص ۱۲۳
۴۳۔ سورۃ البقرہ، آیت ۱۴۲
۴۴۔ شہاب الدین دولت آبادی، بحر مواج، جلد اوّل، مذکورہ، ص ۱۵۸
۴۵۔ سورہ ۱۰۲
۴۶۔ شہاب الدین دولت آبادی، بحرمواج، (قلمی نسخہ)، مذکورہ، ص ۱۱۷۳
۴۷۔ البقرہ، آیت ۱۴۳
۴۸۔ شہاب الدین دولت آبادی، بحرِمواج، جلد اوّل (مطبوعہ)، ص ۱۶۱
۴۹۔ القرآن، سورہ ۹۲
۵۰۔ شہاب الدین دولت آبادی، بحرِمواج، نسخۂ خطی، مذکورہ، ص ۱۱۱۷
۵۱۔ سورۃ الماعون، آیت ۱ تا ۳
۵۲۔ شہاب الدین دولت آبادی، بحرِمواج، نسخۂ خطی، مذکورہ، ص ۱۱۹۰
۵۳۔ شہاب الدین دولت آبادی، بحرِمواج، جلد اوّل، مذکورہ، ص۲
۵۴۔ ایضاً، ص ۳۵
۵۵۔ شہاب الدین دولت آبادی، بحرِمواج، جلد اوّل، مذکورہ، ص ۳۹۰
۵۶۔ ایضاً، ص ۳۹۷